قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 28 اگست 2021ء | 19 محرم 1443 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:204

ارشاد باری تعالیٰ

وَ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ﴿۴﴾

(ھود: 4)

ترجمہ: اور یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو، پھر اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تو وہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک بہترین معیشت عطا کرے گا۔ اور وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اس کے شایان شان فضل عطا کرے گا۔ اور اگر تم پھر جاؤ تو یقینا مَیں تمہارے بارے میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بندہ کی توبہ پر خوشی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بندے کی توبہ پر اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس آدمی کو بھی نہیں ہوتی جسے جنگل بیابان میں کھانے پینے کی چیزوں سے لدا ہوا اس کا گم ہونے والا اونٹ اچانک مل جائے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الدعوات باب التوبہ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

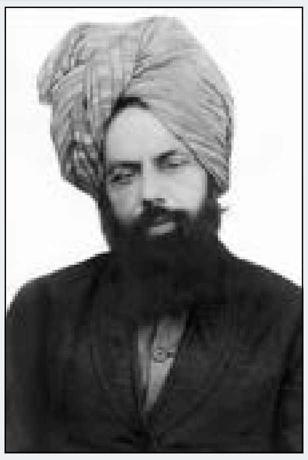

توبہ کی شرائط

’’یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ **توبہ کے تین شرائط** ہیں۔ بدوں اُن کی تکمیل کے سچی توبہ جسے توبۃ النّصوح کہتے ہیں، حاصل نہیں ہوتی۔ ان ہر سہ شرائط میں سے **پہلی شرط** جسے عربی زبان میں اِقْلَاع کہتے ہیں۔یعنی ان خیالات فاسدہ کو دور کر دیا جاوے جو اِن خصائل ردیّہ کے محرک ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ تصورات کا بڑا بھاری اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ حیطۂ عمل میں آنے سے پیشتر ہر ایک فعل ایک تصوّری صورت رکھتا ہے۔ پس توبہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ اُن خیالات فاسدہ و تصوّرات بد کو چھوڑ دے۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی عورت سے کوئی ناجائز تعلق رکھتا ہے تو اُسے توبہ کرنے کے لئے پہلے ضروری ہے کہ اس کی شکل کو بدصورت قرار دے۔ اور اس کی تمام خصائلِ رذیلہ کو اپنے دل میں مستحضر کرے۔ کیونکہ جیسا مَیں نے ابھی کہا ہے تصوّرات کا اثر بہت زبردست اثر ہے۔ ...... پس جو خیالات بدلذات کا موجب سمجھے جاتے تھے ان کا قلع قمع کرے۔ یہ پہلی شرط ہے۔

دوسری شرط نَدَم ہے۔ یعنی پشیمانی اور ندامت ظاہر کرنا۔ ہر ایک انسان کا کانشنس اپنے اندر یہ قوت رکھتا ہے کہ وہ اس کو ہر برائی پر متنبہ کرتا ہے۔ مگر بدبخت انسان اس کو معطّل چھوڑ دیتا ہے۔ پس گناہ اور بدی کے ارتکاب پر پشیمانی ظاہر کرے اور یہ خیال کرے کہ یہ لذّات عارضی اور چند روزہ ہیں۔ اور پھر یہ بھی سوچے کہ ہر مرتبہ اس لذّت اور حظّ میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بڑھاپے میں آکر جبکہ قویٰ بیکار اور کمزور ہو جائیں گے۔ آخر ان سب لذّاتِ دنیا کو چھوڑنا ہوگا۔ پس جبکہ خود زندگی ہی میں یہ سب لذّات چھوٹ جانے والی ہیں تو پھر ان کے ارتکاب سے کیا حاصل؟ بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو توبہ کی طرف رجوع کرے۔ اور جس میں اوّل اِقْلَاع کا خیال پیدا ہو یعنی خیالاتِ فاسدہ و تصورات بیہودہ کا قلع قمع کرے۔ جب یہ نجاست اور ناپاکی نکل جاوے تو پھر نادم ہو اور اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

تیسری شرط عزم ہے۔ یعنی آئندہ کے لئے مصمّم ارادہ کر لے کہ پھر ان برائیوں کی طرف رجوع نہ کرے گا اور جب وہ مداومت کرے گا تو خدا تعالیٰ اسے سچی توبہ کی توفیق عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ سیّئات اس سے قطعاً زائل ہو کر اخلاق حسنہ اور افعال حمیدہ اس کی جگہ لے لیں گے۔ اور یہ فتح ہے اخلاق پر۔ اس پر قوت اور طاقت بخشنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ تمام طاقتوں اور قوتوں کا مالک وہی ہے جیسے فرمایا اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (البقرہ: 166)‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 87 تا 88 ایڈیشن 1988ء)

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: اور یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو، پھر اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تو وہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک بہترین معیشت عطا کرے گا۔ اور وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اس کے شایان شان فضل عطا کرے گا۔ اور اگر تم پھر جاؤ تو یقیناً مَیں تمہارے بارے میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تو دیکھیں فرمایا کہ استغفار کرو اور جو استغفار نیک نیتی سے کی جائے، جو توبہ اس کے حضور جھکتے ہوئے کی جائے کہ اے اللہ! یہ دنیاوی گند، یہ معاشرے کے گند، ہر کونے پر پڑے ہیں۔ اگر تیرا فضل نہ ہو، اگر تو نے مجھے مغفرت کی چادر میں نہ ڈھانپا تو مَیں بھی اِن میں گر جاؤں گا۔ مَیں اس گند میں گرنا نہیں چاہتا۔ میری پچھلی غلطیاں، کوتاہیاں معاف فرما، آئندہ کے لئے میری توبہ قبول فرما۔ تو جب اس طرح استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ پچھلے گناہوں کو معاف کرتے ہوئے، توبہ قبول کرتے ہوئے، اپنی چادر میں ڈھانپ لے گا۔ اور پھر اپنی جناب سے اپنی نعمتوں سے حصہ بھی دے گا۔ دنیا سمجھتی ہے کہ دنیا کے گند میں ہی پڑ کر یہ دنیاوی چیزیں ملتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو توبہ کرنے والے ہیں، جو استغفار کرنے والے ہیں، ان کو مَیں ہمیشہ کے لئے دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازتا رہوں گا۔ اُن کی زندگی میں بھی ان کے لئے اس دنیا کے دنیاوی سامان ہوں گے اور ان پر فضلوں کی بارش ہو گی۔ اور اُن کے یہ استغفار اور اُن کے نیک عمل آئندہ زندگی میں بھی اُن کے کام آئیں گے۔ اور یہی استغفار ہے جس سے شیطان کے تمام حربے فنا ہو جائیں گے۔

(خطبہ جمعہ 20/ مئی 2005ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- بابرکت جلسہ اور آقا کا دیدار (منظوم)
- اے میرے وجود کی سرسبز شاخو!
- بے کاری ایک لعنت ہے
- جماعت احمدیہ سیرالیون کی صد سالہ جوبلی۔۔۔

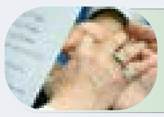

دربارِ خلافت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے تبلیغی واقعات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت ماسٹر نذیر حسین صاحبؓ ولد حکیم محمد حسین صاحبؓ (مرہم عیسیٰ) فرماتے ہیں کہ ’’بچپن سے مجھے تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ ستمبر 1903ء تک میرے والد بزرگوار بھاٹی دروازہ لاہور پٹ رنگا محلہ میں رہتے تھے۔ اس زمانے میں ایک دفعہ والد صاحب کے پاس ایک احمدی ابوسعید عرب بھی آیا تھا۔ اُس نے میرے دینی اور تبلیغ کے شوق کو دیکھ کر مجھے کچھ آسان رنگ کے دلائل وفاتِ مسیح ناصری اور آمدِ مسیح موعود علیہ السلام کے سکھلائے تھے۔ مَیں ان دلائل کو اکثر مسجد کے اماموں کے سامنے جا کر پیش کرتا اور کہتا کہ ان کا جواب دو۔ ایک دفعہ اُنہی ایام میں بھاٹی دروازے کی اونچی مسجد کے امام کے پاس گیا اور اُس کے سامنے بھی وہ دلائل پیش کئے تو اُس نے مجھے کہا کہ ہم تب تمہاری بات کا جواب دیں گے اگر تم مرزا صاحب کے ساتھ ایسے وقت کہ گرد اُڑ رہی ہو، چلو، اور جب وہ گھر جانے لگیں تو دیکھو کہ کیا اُن کے چہرے پر دوسروں کی طرح گرد و غبار ہے یا نہیں؟ (یعنی یہ شرط لگائی کہ سیر پر ساتھ جاؤ، باہر نکلو اور یہ دیکھو جب مٹی اُڑ رہی ہے توحضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے پر وہ مٹی آ کے پڑتی ہے کہ نہیں)۔ اگر تم خود مرزا صاحب کے متعلق اس کو دیکھ کر بتلاؤ تب مَیں تمہیں اس کا جواب دوں گا۔ (یہ نہیں کہا کہ مَیں مان لوں گا۔ بلکہ کہا کہ جواب دوں گا) اور بتاؤں گا کہ حقیقت کیا ہے؟ (کہتے ہیں کہ) چونکہ مجھے اس سے قبل کئی دفعہ حضرت اقدس کے ساتھ سیر کو جانے کا قادیان میں موقع ملتا رہا تھا۔ اس لئے اس کے بعد جلد والد صاحب کے ہمراہ قادیان آ گیا اور حضور کے ساتھ صبح سیر کے لئے گیا۔ حضور سیر میں تیز رفتار چلا کرتے تھے اور مَیں حضور کے ساتھ ساتھ چلنے کے لئے بسا اوقات دوڑتا ہوا جاتا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اُس دن کچھ ہوا بھی چل رہی تھی اور ریت مٹی اُڑ اُڑ کر تمام احباب پر پڑتی تھی۔ جب حضور سیر سے واپس آئے اور حضور اپنے مکان کے گول کمرے کے سامنے احباب سے رخصت ہونے کے لئے ٹھہرے۔ تمام احباب نے حضور کے گرد حلقہ بنا لیا، (دائرے میں کھڑے ہو گئے) اور خاکسار سب کو چیرتا ہوا حضور کے پاس جا کھڑا ہوا اور تمام احباب کے چہروں کو اور حضور کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا تو میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جب مَیں نے دیکھا کہ حضور کے چہرے پر گرد و غبار کا کوئی نشان نہ تھا اور باقی تمام لوگوں کے چہروں پر گرد و غبار خوب پڑا ہوا تھا۔ مَیں نے اس کا ذکر اُسی دن حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے بھی کیا تو حضور نے فرمایا کہ مسیح موعودؑ کے لئے ایسا ہونا بطور نشان کے ہے۔ واپسی پر لاہور آ کر مَیں نے اونچی مسجد کے امام سے اس کا ذکر کیا اور ساتھ ہی اس کو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کرنے کا ذکر کیا اور بتلایا کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ مسیح کا نشان ہے۔ تو اُس مولوی نے جھٹ کہہ دیا کہ مَیں نہیں مانتا۔ تم کو تو نورالدین نے یہ سب قصہ بنا کر سکھلایا ہے۔ الغرض وہ تو اس سعادت سے محروم رہا اور ہم نے خود اپنی آنکھوں سے اس نشان کو دیکھا۔‘‘

(رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 62 روایت حضرت ماسٹر نذیر حسین صاحبؓ)

پھر حضرت شیر محمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ’’مَیں نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ ایک کنواں دودھ کا بھرا ہوا ہے اور میں نے بعض دوستوں کو کنویں میں سے بالٹیاں بھر بھر کر دودھ پلایا۔ لہٰذا وہ کنواں خشک ہو گیا۔ اس پر مَیں مولوی فتح دین صاحب کے پاس گیا اور اُن کو یہ خواب سنائی۔ انہوں نے فرمایا کہ تم مولوی عبدالکریم صاحب کے پاس جاؤ یا مولوی نورالدین صاحب کے پاس جاؤ۔ اس پر مَیں قادیان میں آیا اور مولوی عبدالکریم صاحب کو یہ خواب سنائی تو انہوں نے فرمایا کہ ’’دودھ‘‘ سے مراد علم ہے۔ مَیں نے کہا کہ مَیں تو ایک حرف تک پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس علم سے مراد وہ علم ہے جو خدا سکھائے۔ اور جو بالٹیاں بھر بھر کے پلایا ہے، اس سے یہ مراد ہے کہ کئی دوست آپ سے مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے متعلق فیض اُٹھائیں گے۔ اور کنواں خشک ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جو تمہیں تبلیغ کرنے سے روکتے تھے اور حضرت اقدسؑ (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو مہدی کہنے سے روکتے تھے، وہ ایک دن تیرے سامنے مردہ ہو جائیں گے۔ لہٰذا یہ تینوں باتیں پوری ہو گئیں، (لکھتے ہیں کہ تینوں باتیں پوری ہو گئیں)، اور خان فتح میں میری اتنی مخالفت کے باوجود تمام گاؤں کا گاؤں ہی میری تبلیغ اور خدا تعالیٰ کی مدد اور حضور کی دعاؤں سے احمدی ہو گیا۔‘‘

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 82 روایت حضرت شیر محمد صاحبؓ)

(خطبہ جمعہ 9/ مارچ 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

بابرکت جلسہ اور آقا کا دیدار

حسن وہ بے پناہ کیا کہیئے
نُور کی جلوہ گاہ کیا کہیئے
ہے فرشتوں کا ساتھ ہر دَم ہی
میرے آقا کی جاہ کیا کہیئے
خوبصورت نظر وہ ایسی کہ
مہر و انجم یا ماہ کیا کہیئے
زندگی کی پلٹ دے کایا جو
اُن کی جادو نگاہ کیا کہیئے
اپنے سب، غیر بھی اکٹھے ہیں
دوستی کی یہ راہ کیا کہیئے
ایک آواز پر کھچے آئیں
سب غلاموں کی چاہ کیا کہیئے
اہل ایماں نے جو سجائی ہے
عشق کی سجدہ گاہ کیا کہیئے
مالکِ کُل جہاں کی خدمت میں
دلفگاروں کی آہ کیا کہیئے
سب یہ اللہ! تری عطا ہی ہے
دل کہے واہ واہ کیا کہیئے

(محمد لقمان)

اداریہ

اے میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو!

اسلام ایک سرسبز و شاداب اور پھولوں پھلوں سے لدا ہوا خوبصورت اور حسین و جمیل باغ ہے، جس کے باغبان سیّد نا و امامنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اس باغ کو اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں آنحضور ﷺ نے اپنے وفادار و مخلص صحابہ کی مدد و تعاون سے سینچا اور بعد میں اصفیاء، صلحاء اور اتقیاء نے اس کی آبیاری کی اور آخری دور میں اللہ تعالیٰ نے اس باغ کو مہدی آخر الزماںؑ کے سپرد فرمایا۔ جن کے پانچویں خلیفہ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد نَصَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِرُوحِ الْقُدُسِ نہایت مستعدی، محنت، لگن اور شب و روز کی دُعاؤں سے نہ صرف نگرانی فرما رہے ہیں بلکہ موجودہ حالات کے مطابق مناسب اور جدید دور کے مطابق آبیاری فرما رہے ہیں کہ اب اس روحانی باغ کے 220 سے زائد باغیچے دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کی صورت میں پھل پھول رہے ہیں اور کروڑوں لوگ اس باغ اور باغیچوں سے استفادہ کرتے اور ان کے پھلوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ان باغیچوں میں جو فصلیں پھل لا رہی ہیں۔ سرسبز و شاداب پودوں پر جو کونپلیں اور شگوفے پھوٹ رہے ہیں اور خوشبودار اور ذائقے دار پھلوں سے یہ باغیچے آراستہ اور خوبصورتی میں رنگ بھر رہے ہیں۔ ان میں احمدی بھائیوں، خواتین، نوجوانوں، بچوں اور بچیوں کی خضوع وخشوع اور الحاح سے پڑھی ہوئی نمازیں، نوافل اور ذکر الٰہی کے پھل نظر آتے ہیں۔ قرآن کریم کی روزانہ سنوار کر اور لحن داؤدی سے تلاوت اور درس القرآن کی کلاسز بالخصوص ایم ٹی اے کے ذریعہ قرآن و تفاسیر کی محفلوں کے پھل نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید، ذکر الٰہی اور آنحضور ﷺ پر درود کے سرسبز و شاداب پھلدار درخت بھی باغیچوں میں اپنی خوشبو بکھیر رہے ہیں اور جن پودوں اور درختوں کے پتوں، پھولوں اور پھلوں کی مہک ہمارے احمدیوں کے جسم و روح میں رچ بس جاتی ہے وہ ایم ٹی اے کے صدا بہار پودے ہیں جن کے ذریعہ ہم اپنے بہت ہی پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات، درس اور ورچوئل ملاقاتوں میں پُر اثر ہدایات و نصائح سے محظوظ ہوتے ہیں۔

یہ وہ سدا بہار درخت ہیں جن کا اشارہ ہمیں قرآن کریم کی سورۃ ابراہیم آیت 25-26 میں یوں ملتا ہے:

ترجمہ: کیا تو نے غور نہیں کیا کہ کس طرح اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک کلمۂ طیّبہ کی ایک شجرۂ طیبہ سے۔ اس کی جڑ مضبوطی سے پیوستہ ہے اور اس کی چوٹی آسمان میں ہے۔

وہ ہر گھڑی اپنے ربّ کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے۔ اور اللہ انسانوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

یعنی یہ درخت، اس کی بر وقت دیکھ بھال اور محنت و پرداخت سے اس قدر مضبوط ہو گیا ہے اور جڑیں مضبوطی سے زمین میں پیوست ہو چکی ہیں کہ مخالفت کی آندھیاں بھی اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں اور اس کی شاخیں آسمانوں سے باتیں کر رہی ہیں۔ جس سے سیٹلائٹ کے ذریعہ فضاؤں سے ہوتا ہوا ہمارے گھروں میں روحانیت بکھیرنے والا ایم ٹی اے بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ مخالفین نے اس درخت کو اکھیڑنے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ اس کی جڑیں زمین میں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئیں اور یہ روحانی مائدہ فراہم کرنے والا چینل اتنا پھیلا، پھولا اور بڑھتا چلا گیا کہ اس کی شاخیں آسمانوں سے باتیں کرنے لگیں۔ جہاں دشمنانِ احمدیت کی پہنچ تو دور کی بات نقصان پہنچانے کی سوچ بھی نہیں جا سکتی۔

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک بطور ادنیٰ مالی اس درخت کی، اس باغیچے کی حفاظت کرے۔ ایک کھیت کی بہتری کے لئے جو جو طریقے ایک کسان اپناتا ہے وہی طریقے اور حربے ہم میں سے ہر ایک کو اپنانے ہوں گے۔ ایک کسان زمین پر کلبہ رانی کرتا، ہل چلاتا اور گوڈتا، بیج پھینکتا، اس کی حفاظت کرتا، اُسے پانی دیتا، اس کھیت سے غیر ضروری جڑی بوٹیاں نکالتا، چھوٹے چھوٹے پودوں کی نشوونما کے لئے مناسب کھاد ڈالتا ہے تب وہ ایک عمدہ فصل سے مستفید ہوتا ہے۔ بعینہٖ ایک احمدی کو اپنے دل کی کھیتی پر ایک کسان کی طرح کلبہ رانی اور مندرجہ بالا طریقے استعمال کرنے ہوں گے اور جماعت کے باغیچے کو بھی اپنے نیک اعمال سے سنوارنا ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’بیعت ایک بیج ہے جو آج بویا گیا اب اگر کوئی کسان صرف زمین میں تخم ریزی پر ہی قناعت کرے ’’بیج بو دے اور کہہ دے کہ ٹھیک ہو گیا سب کچھ‘‘ اور پھل حاصل کرنے کے جو جو فرائض ہیں ان میں سے کوئی ادا نہ کرے۔ نہ زمین کو درست کرے، اور نہ آبپاشی کرے، اور نہ موقعہ بموقعہ مناسب کھاد زمین میں ڈالے۔ نہ کافی حفاظت کرے تو کیا وہ کسان کسی پھل کی امید کر سکتا ہے۔‘‘ کہ جو اپنے باغ کی یا فصل کی صحیح نگہداشت نہیں کرے گا ’’اُس کا کھیت بالضرور تباہ اور خراب ہو گا۔ کھیت اسی کا رہے گا جو پورا زمیندار بنے گا۔ سو ایک طرح کی تخم ریزی آپ نے بھی آج کی ہے‘‘۔ ان لوگوں کو سمجھا رہے ہیں جو آپ کے سامنے موجود تھے اور آج ہم اس کے مخاطب ہیں کہ ہم نے بیج بویا ہے۔ احمدیت کو قبول کیا ہے ’’خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کس کے مقدر میں کیا ہے لیکن خوش قسمت وہ ہے جو اس تخم کو محفوظ رکھے اور اپنے طور پر ترقی کے لئے دعا کرتا رہے۔ مثلاً نمازوں میں ایک قسم کی تبدیلی ہونی چاہئے۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 38 ایڈیشن 1985ء)

- آپ جماعت کو ایک درخت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’میں جانتا ہوں کہ ہماری جماعت ایک درخت کی طرح ہے ..... پس تم استقامت اور اپنے نمونے سے اس درخت کی حفاظت کرو۔ کیونکہ تم میں سے ہر ایک اس درخت کی شاخ ہے اور وہ درخت اسلام کا شجر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ اس شجر کی حفاظت کی جائے گی‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 322 تا 323۔ ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ بالا بصیرت افروز ارشاد میں ایک احمدی کے لئے شاخ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ ٹہنی کا نہیں۔ کیونکہ ٹہنی اور شاخ میں اس کی افادیت کے لحاظ سے بہت فرق ہے۔ قارئین کی سہولت کے لئے ایک مومن کو شاخ سے نسبت دینے کی حکمت کے حوالے سے درج ذیل معلومات پیش ہیں:

1. شاخ اپنی غذا براہ راست جڑ سے لیتی ہے۔ اس کے ساتھ پیوست رہتی ہے۔ اور تازہ رہتی ہے اسی طرح جس طرح ایک مومن خلافت سے پیوست رہ کر ترو تازہ رہتا ہے۔
2. پھل پھول تازہ شاخ کو ہی لگتے ہیں خشک ٹہنی کو نہیں لگا کرتے۔ ایک مومن بھی تازہ بتازہ پھلوں سے لدا رہتا ہے۔
3. جب شاخ کو پھل لگتے ہیں تو وہ زمین کی طرف جھک جایا کرتی ہے۔ ایک مومن بھی تشکر الٰہی کے لئے اللہ کے حضور جُھک جاتا ہے۔
4. تازہ شاخ کو انسان جب اور جس طرف موڑنا چاہے وہ اُسے موڑ سکتا ہے جبکہ خشک ٹہنی کو موڑنا چاہے تو وہ ٹوٹ جایا کرتی ہے۔ ایک مومن کو بھی جو نہی کوئی ہدایت دربار خلافت سے ملتی ہے فوراً اپنے آپ کو اس طرف مائل کر لیتا ہے۔
5. سرسبز شاخوں پر پھل لگتا ہے جو آنکھوں کو بھاتا اور خوبصورت لگتا ہے۔
6. شاخوں پر لگے پھلوں سے لوگ محظوظ ہوتے ہیں، کھاتے اور صحت مند رہتے ہیں۔ اسی طرح ایک مومن اس قدر پھل سے لدا جاتا ہے کہ ہر کوئی اس کے پاس بیٹھ کر نیک صحبت حاصل کرتا ہے۔
7. شاخ پھیلتی پھولتی اور بڑی ہوتی ہے اسی طرح ایک مومن دعوت الی اللہ کر کے اپنی نفری بڑھاتا رہتا ہے۔

ایسے ہی مومن احمدیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت ہی مان سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

اے میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو!

ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درخت کی سرسبز شاخیں بناتے ہوئے سرسبز شاخ کے تمام عوامل کو اپنے اُوپر لاگو کر لیں ورنہ اس کے مقابل پر ٹہنی کے حوالہ سے آپ فرماتے ہیں۔

’’ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو، وہ خشک ٹہنی ہے۔ اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر وہ اس کو سرسبز نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو۔ میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 458 کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن)

(ابو سعید)

ن۔ا۔نیئر

بے کاری ایک لعنت ہے

فارغ رہنا وقت کے ضیاع کے ساتھ اپنا اور افراد خانہ کا معاشی قتل کرنے کے مترادف ہے۔اسی طرح اپنا اور اپنے ساتھیوں کی اخلاقیات تباہ کرنے کا بھی سبب ہے۔بیکاری ایک لعنت ہے اور اسے جہاں تک ممکن ہو دور کرنا چاہیے بے کار شخص مانگنے کا عادی ہو جاتا ہے اپنی عزت نفس کو تو تباہ کرتا ہی ہے بلکہ اپنے اہل خانہ کو بھی رسوا کرتا ہے۔یہ بہت بڑا عیب ہے اسکو جتنی جلدی ختم کیا سکتا ہے کرنا چاہیے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جماعت کونصیحت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

’’پس میں ایک دفعہ پھر جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں جولوگ اپنے بچے کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ہمارا بچہ ہے ہمارے گھر سے روٹی کھاتا ہے کسی اور کو اس میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے وہ ویسی ہی بات کہتے ہیں جیسے کوئی کہے کہ میرا بچہ طاعون سے بیمار ہے کسی اور کو گھبرانے کی کیا ضرورت ہے یا میرا بچہ ہیضہ سے بیمار ہے کسی اور کو گھبرانے کی کیا ضرورت ہے جسطرح طاعون کے مریض کے متعلق کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے متعلق کسی اور کو کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ سارے شہر کو حق حاصل ہے کہ اس پر گھبراہٹ کا اظہار کرے اور اس بیماری کو روکے۔جس طرح ہیضہ کے مریض کے متعلق کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس معاملہ میں کسی اور کو کہنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ سارا شہر اس بات کا حق رکھتا ہے کہ اس کے متعلق گھبراہٹ کرے اور اس بیماری کو روکے۔ اسی طرح جو شخص بے کار ہے اس کے متعلق تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسے ہم خود روٹی کھلاتے ہیں اور کپڑے پہناتے ہیں کسی اور کو اس میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے بلکہ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ اس بے کاری کے مرض کو دور کرنے کی کوشش کرے کیونکہ وہ طاعون اور ہیضہ کی طرح دوسرے بچوں کا خون چوستا ہے اور انہیں بد عادات میں مبتلا کرتا ہے۔۔۔یاد رکھو تمام آوارگیاں بے کاری سے پیدا ہوتی ہیں۔

یاد رکھو۔جس قوم میں بیکاری کا مرض ہو وہ نہ دنیا میں عزت حاصل کرتی ہے اور نہ دین میں عزت حاصل کرسکتی ہے بیکاری ایک وبا کی طرح ہوتی ہے جس طرح ایک طاعون کا مریض سارے گاؤں والوں کو طاعون میں مبتلا کر دیتا ہے جس طرح ایک ہیضہ کا مریض سارے گاؤں والوں کو ہیضے میں مبتلا کر دیتا ہے اسی طرح تم ایک بیکار کو کسی گاؤں میں چھوڑ دو وہ سارے نوجوانوں کو بے کار بنانا شروع کر دے گا۔

جو شخص بے کار رہتا ہے وہ گندی عادتیں سیکھ جاتا ہے مثلاً تم دیکھو گے کہ بے کار آدمی ضرور اس قسم کی کھیلیں کھیلے گا جیسے تاش یا شطرنج وغیرہ ہیں اور جب وہ یہ کھیلیں کھیلنے بیٹھے گا چونکہ وہ اکیلا کھیل نہیں سکتا اس لیے لازم دو چار لڑکوں کو اپنے ساتھ ملانا چاہے گا اور پھر اپنے حلقہ کو اور وسیع کرتا جائے گا۔‘‘

(خطبہ جمعہ 20 دسمبر 1935ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مطالبات تحریک جدید میں سترھواں مطالبہ بھی جماعت سے یہی کیا ہے:

’’جولوگ بے کار ہیں وہ بے کار نہ رہیں‘‘

(تحریک جدید ایک الٰہی تحریک جلد 1 صفحہ 73)

بے کاری کو روحانی و جسمانی امراض کے تخم کہنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اسی سے بہت سی روحانی و جسمانی بیماریاں پروان چڑھتی ہیں۔بے کاری ایسا مرض ہے جو فرد واحد کی روح کو تو کچلتی ہی ہے ساتھ اسکے ساتھیوں کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔پنجابی میں کہاوت ہے «ویلا ذہن شیطان دا» یعنی جو بے کار ہو گا اسکے ذہن پر شیطان ہی سوار ہو گا اور پھر وہ اسی گندے ذہن کے ساتھ جسمانی بیماریوں کا شکار ہو جائے گا۔ ہومیو پیتھی سے تعلق رکھنے والے احباب جانتے ہیں کہ سورا کا تعلق ہی اسی سے ہوتا ہے کہ اس مریض کا ذہن شیطانی خیالوں کا محور ہوتا ہے اور پھر اسی سے متعلق اسکو دوا دی جاتی ہے اور ڈاکٹرز کا تو کہنا ہے کہ ہر بیماری کا آغاز سورا سے ہی ہوتا ہے۔بہت سی جنسی امراض کا تعلق بھی بے کاری کا ہی سبب ہے۔اگر ہم بے کاری کو چھوڑ دیں تو بہت سی بیماریوں سے بھی نجات پا جائیں گے۔جب تک ہم اس بے کاری کا قلع قمع نہیں کرتے نہ ہی ہم دین میں ترقی کر سکتے ہیں اور نہ دنیا میں ترقی کر سکتے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

’’یاد رکھو تمام آوارگیاں بے کاری سے پیدا ہوتی ہیں اور آوارگی سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی جرم نہیں۔۔۔آوارہ شخص خداتعالیٰ کی طرف نہیں جھکتا کیونکہ وہ مردہ ہوتا ہے اس میں کوئی روحانی حس باقی نہیں ہوتی۔میرے نزدیک دنیا میں ہر خطرناک سے خطرناک جرم آوارگی سے کم ہے اور آوارگی مجموعہ جرائم ہے کیونکہ جرم ایک جزو ہے اور آوارگی تمام جرائم کا مجموعہ۔۔۔تم دنیا سے آوارگی مٹا ڈالو تمام جرائم خود بخود مٹ جائیں گے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 20دسمبر 1935ء)

جب تک انسان کسی کام کا عادی اپنے آپ کو نہ بنالے اسکا کرنا دوبھر ہو جاتا ہے پس یہ خیال کہ جب ذمہ داری پڑے گی دیکھا جائے گا پھر وہ ناکام ہی رہتا ہے پس آج ہی سے اپنے آپ کو مصروف اور کام کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ بہت سی برائیوں اور ذہنی تناؤ سے بچا جاسکے پس ہمارے خلیفہ نے ہم کو کیسی پیاری تعلیم دی ہے:

ع سستیاں ترک کرو طالب آرام نہ ہو

آخر میں یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی طاقتوں کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ہر قسم کی سستی کاہلی دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔اللہ کرے کہ ہمارے نفس کے شیطان کو موت آوے وہ شیطان جو دماغ میں کئی طرح کے وسوسے ڈالتا ہے۔

ے اپنی اس عمر کو اک نعمتِ عظمٰی سمجھو
بعد میں تا کہ تمہیں شکوۂ ایام نہ ہو

آج کی دعا

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَ لِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وَ لَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّکَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۱﴾

(الحشر:11)

ترجمہ:اے ہمارے ربّ! ہمیں بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔اے ہمارے ربّ! یقیناً تو بہت شفیق (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

یہ قرآنِ مجید کی حصولِ مغفرت اور دلوں کا کینہ دور ہونے کی پیاری دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں

ایک دعا جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی وہ اپنے اور پہلوں کے لئے حصول مغفرت اور دلوں میں سے کینوں کو دور کرنے کے لئے ہے۔اللہ تعالیٰ نیک بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ اس طرح دعا کرتے ہیں۔ کہ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَ لِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وَ لَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّکَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ۔ (الحشر:11) اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔اے ہمارے رب یقیناً تو بہت شفیق اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس میں جہاں اپنے لئے بخشش کی دعا سکھائی گئی ہے کہ تم اپنے لئے دعا مانگو وہاں ان لوگوں کے لئے بھی جو پہلے ایمان لانے والے ہیں، پہلے گزر چکے ہیں بخشش کی دعا مانگنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 505

مرسلہ:مریم رحمٰن

محمد طاہر ندیم۔لندن

اسلام میں آزادیٔ اظہار کی حدود وقیود

تقریر جلسہ سالانہ یوکے 2021ء

وَقُلۡ لِّعِبَادِیۡ یَقُوۡلُوا الَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَنۡزَغُ بَیۡنَہُمۡ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا (الاسراء: 54)

انسان کو آزاد پیدا کیا گیا ہے اور آزادیٔ اظہار انسان کا پیدائشی اور بنیادی حق ہے۔ اِسی لئے دنیا کے تمام مذاہب نے اِسے قبول کیا ہے اور تمام قوموں نے اِسے تسلیم کر کے اپنے دساتیر میں اس کی ضمانت دی ہے۔

اظہار رائے کی آزادی کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ ہر انسان تقریر وتحریر اور عمل کے ذریعہ اپنے خیالات کے اظہار میں آزاد ہے۔ مگر آج کے ترقی یافتہ معاشرے نے اس سے مراد مادر پدر آزادی لے لی ہے۔

گویا یہ کہا جارہا ہے کہ ہر انسان جو چاہے، جس طرح چاہے اور جس کے خلاف چاہے اپنی تقریر وتحریر یا عمل کے ذریعہ اس کا اظہار کرسکتا ہے خواہ اس سے کسی کی دلآزاری ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔ خواہ اس سے دوسروں کی عزت و آبرو پر حملے ہی کیوں نہ ہو رہے ہوں!اور خواہ اس کی وجہ سے پاک اور مقدس وجودوں کی توہین ہی کیوں نہ ہو رہی ہو!اور خواہ اس کی وجہ سے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے جذبات ہی کیوں نہ مجروح ہو رہے ہوں!

آزادیٔ اظہار کے ایسے غیر فطری اور غیر حقیقی نعروں کے عملی نظاروں کو دیکھ کر انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیا اظہار رائے کی ایسی آزادی کو انسان کا بنیادی حق قرار دیا جاسکتا ہے جو فساد فی الارض کا موجب بنے؟ جس سے معاشرتی امن برباد ہوتا ہو اور شرفِ انسانی اور احترامِ آدمیت جیسی اعلیٰ اقدار پامال ہو جائیں؟

کیا اظہار کی ایسی آزادی کو انسان کا بنیادی حق قرار دیا جاسکتا ہے جس سے معاشرہ تقسیم ہو کر رہ جائے اور باہمی تعلقات کی زمین میں محبت والفت اور ادب واحترام کے پھولوں کی بجائے نفرت و کراہت، جھوٹ وبدگوئی، اور تہمت بازی وبہتان تراشی کے کانٹے اگیں؟

کیا اظہار رائے کی ایسی آزادی انسان کی مطلوبہ آزادی ہوسکتی ہے جس کی بساط پر معصوموں کی عزت کو اچھالا جائے۔محترم ہستیوں کی تضحیک کی جائے۔اور شائستگی کے حسین لباس کو تار تار کر کے اخلاقیات کا جنازہ نکالا جائے؟

یقیناً ایسی مطلق اور بے مہار آزادی کو انسان کا بنیادی حق قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’معاشرے کے حوالے سے مطلق آزادی کا نعرہ بالکل کھوکھلا، بے معنی غیر فطری اور غیر حقیقی نعرہ ہے۔بعض اوقات آزادی کے ایسے غلط معنے لیے جاتے ہیں اور اس کے تصور کو اتنا غلط استعمال کیا جاتا ہے کہ آزادیٔ تقریر کا حسین اصول بے حد بدنما اور بدصورت بن کر رہ جاتا ہے۔

گالی گلوچ دوسروں کی عزت وآبرو پر حملے اور پاک اور مقدس وجودوں کی توہین آخر کہاں کی آزادی ہے؟‘‘

(اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل ص 44)

اسلام نہ صرف آزادیٔ اظہار کا داعی ہے بلکہ آزادیٔ اظہار کے اصول کی جس دلیری اور جرأت کے ساتھ اسلام حمایت کرتا ہے اس کی مثال کسی اور نظریاتی نظام یا مذہب میں دور دور تک نظر نہیں آتی۔

آزادیٔ اظہار کے بارہ میں اسلام ایک کامل اور مکمل ضابطہ پیش کرتا ہے جس کے خدوخال میں تین باتیں بڑی نمایاں نظر آتی ہیں:

1) اسلام نے ایک طرف تو آزادیٔ اظہار کی عمارت کو نہایت ثبت اور تعمیری بنیادوں پر اٹھایا ہے تا کہ یہ آزادی اپنے اصل ہدف کو پوری کرنے والی ہو یعنی عامۃ الناس کیلئے خیر وبھلائی کا موجب ٹھہرے اور اسکے ذریعہ سے معاشرے کے ہر فرد کو قوم وملت کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرنے کا موقع ملے۔

2) دوسری جانب اسلام ایسا ماحول پیدا کرتا ہے جس میں آزادیٔ اظہار کے حق کا درست نہج پر استعمال کرنے کیلئے ہر فرد کی تربیت ہوتی رہتی ہے۔

3) اور تیسری بات یہ ہے کہ اسلام نے اس آزادی کی کچھ حدود وقیود مقرر کی ہیں تا کسی فرد کی آزادی کسی دوسرے فرد یا قوم کی دلآزاری اور استحصال کا باعث نہ بنے اور یہ آزادی مفاد عامہ کو مجروح کرنے والی نہ ہو۔

خاکسار اختصار کے ساتھ ان تینوں امور کو اسلامی تعلیم کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کرے گا۔

٭سب سے پہلی بات یعنی آزادیٔ اظہار کی عمارت کو ثبت اور تعمیری بنیادوں پر اٹھانے اور اسے مفاد عامہ کا محافظ بنانے کے لئے اسلام ایک نہایت حسین اصول اور خوبصورت ضابطہ پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا (البقرۃ: 84) یعنی لوگوں سے ہمیشہ اچھی بات ہی کہا کرو۔

کیونکہ اگر بات اچھی نہ ہو یا اچھے طریق پر نہ کی جائے یا اس میں تخفیف وتنقیص اور توہین وتضحیک کی آمیزش ہو جائے تو یہ شیطانی عمل قرار پاتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ:

وَقُلۡ لِّعِبَادِیۡ یَقُوۡلُوا الَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَنۡزَغُ بَیۡنَہُمۡ (الاسراء: 54)

یعنی (اے پیغمبر) تو میرے بندوں سے کہہ دے کہ ایسی بات کیا کریں جو سب سے اچھی ہو۔کیونکہ شیطان بُری بات کہلوا کر لوگوں میں فساد ڈلواتا ہے۔

حُسن کلام پر اور گفتار میں الَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ کا پاس کرنے پر اسلام اس قدر زور دیتا ہے کہ مذہبی بحثوں اور مناظرات کے بارہ میں بھی حکم دیتا ہے کہ وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ (النحل: 126) یعنی غیر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ بحث کے دوران بھی اچھے طریق اور اچھی دلیل سے بات کرو۔

یہی نہیں بلکہ اسلام تو کہتا ہے کہ حقیقی مسلمان ہے ہی وہی جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ ہوں۔

٭آزادیٔ اظہار کی عمارت کو ثبت اور تعمیری بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے اسلام ایک اور اصول پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا (الاحزاب: 71) یعنی صاف سیدھی اور سچی بات کہا کرو۔بلکہ جو بات کرو سچی ہو اور جھوٹ بولنے اور جھوٹی شہادت دینے سے بچو۔

٭اسلام سچی بات کہنے پر اتنا زور دیتا ہے کہ بعض حالات میں اسے جہاد بلکہ افضل ترین جہاد قرار دیتا ہے۔چنانچہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ؛’’سب سے افضل جہاد، ایک ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے‘‘۔

(مسند احمد مسند ابوسعید الخدری)

٭پھر اسلام آزادیٔ اظہار کے شجر کی آبیاری کے لئے ایک اور ضابطہ پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وَاِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا (الانعام: 153) یعنی جب بھی بولیں عدل و انصاف پر مبنی بات کریں۔ عدل نہیں ہوگا تو ظلم پھیلے گا اور جس معاشرے میں ظلم پھیلے گا وہاں اظہار رائے کی آزادی کا خون ہوتا رہے گا۔

٭دوسری بات یہ ہے کہ اسلام آزادیٔ اظہار کے حق کو استعمال کرنے کا مناسب ماحول فراہم کرتا ہے تا ہر فرد امت کی اس حق کو درست طور پر استعمال کرنے کی تربیت ہوتی رہے۔اس بارہ میں اسلام کہتا ہے کہ کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ (آل عمران: 111)

یعنی ہر فرد امت پر لازم ہے کہ وہ نیکی کی باتوں کی ترغیب دے اور برائی کی باتوں سے منع کرے۔گویا ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے قول وفعل اور تحریر وتقریر سے خیر کی شمعیں روشن کرے اور برائی سے روک کر شر کے اندھیروں کو مٹانے کی کوشش کرتا رہے۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ صرف ہر فردِ امت کا حق بلکہ مسلمانوں کا انفرادی و اجتماعی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔

٭پھر اسلام آزادیٔ اظہار کے حق کو درست طریق پر استعمال کرنے کی تربیت کے لئے مشاورت کا نظام پیش کرتا ہے۔

اسلام ہر فرد کو اظہار رائے کا موقع اور اسکی اجازت دیتا ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ
(آل عمران: 160)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ قابل غور معاملات میں (جن میں حکومت سے متعلقہ معاملات بھی شامل ہیں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کریں۔ چنانچہ غزوہ احد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اکابر صحابہ کی رائے یہ تھی کہ شہر کے اندر مورچے بنائے جائیں مگر نوجوانوں کی رائے تھی کہ باہر نکل کر کھلے میدان میں دشمن کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ رسول اللہؐ نے نوجوانوں کی رائے کے مطابق فیصلہ فرمایا اور کوہِ اُحد کے دامن میں جنگ کا محاذ قائم فرمایا۔

اسی طرح جنگ احزاب میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا اور تمام آراء میں سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور مدینہ کے گرد خندق کھدوائی۔

شوری کے ذریعہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے کے اظہار کی اس تربیت کا صحابہ کرام پر اس قدر اثر تھا کہ وہ جہاں اور جب کسی مشورہ کو مفید خیال کرتے بلا جھجک پیش کر دیتے تھے۔

اس کی ایک مثال غزوہ بدر کا واقعہ ہے۔ اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ ایک صحابی حُباب بن اُلمنذِر نے براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جس مقام پر آپ ٹھہرے ہیں یہ کسی خدائی الہام کے ماتحت ہے یا یہ جگہ آپؐ نے خود پسند کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنگی حکمت عملی کے باعث میرا خیال تھا کہ یہ جگہ اونچی ہے اس لئے بہتر ہو گی۔ یہ سن کر حُباب بن اُلمنذِر نے ادب کے ساتھ کہا کہ پھر شاید یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔

آزادیٔ اظہار کی یہ کتنی اعلیٰ مثال ہے کہ ایک عام آدمی ریاست مدینہ کے حکمران اور نبی کریمؐ کے سامنے بلا خوف اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ اور نبی کریمؐ نے بھی اس جسارت کے خلاف کوئی ردّ عمل ظاہر نہیں فرمایا بلکہ سادہ طور پر صرف یہ پوچھا کہ تمہاری یہ رائے کس بنیاد پر ہے اور جب اس نے اپنی رائے کی اہمیت بتائی تو آپؐ نے فورًا اسے قبول کر لیا۔

* پھر اسلام آزادیٔ اظہار کے پروان چڑھنے کے لئے مثالی ماحول فراہم کرتے ہوئے رحمت اور نرمی کے سلوک کو اپنانے کا درس دیتا ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (آل عمران: 160) یعنی لوگوں کو متحد رکھنے کے لئے اور انکے سماجی و دینی رشتوں کی عمارت کو تفرقہ اور نفرتوں کی دراڑوں سے بچانے کے لئے لوگوں سے نرم زبان سے پیش آئیں۔ سختی نہ کریں۔ اگر ان سے کچھ سخت بات صادر بھی ہو جائے تو عفو و درگزر سے کام لے کر بات ختم کر دیں اور انکی غلطیوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کریں۔

اس حکم الٰہی پر عمل کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نصیحت فرمائی کہ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهِ یعنی اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں رفق اور نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوہ سے اسکے نمونے بھی قائم فرمائے۔

زید بن سعنہ ایک یہودی عالم تھا اس سے کسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض لیا تھا، اور قرض لیتے وقت واپسی کی ایک تاریخ مقرر کی تھی، لیکن زید مقررہ تاریخ سے دو تین دن پہلے ہی قرض کا تقاضا کرنے آ گیا، اور بڑے گستاخانہ انداز میں آپ کی چادر کھینچی اور بدزبانی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ: ”تم بنی عبد المطلب قرض ادا کرنے کے معاملہ میں بہت ہی برے اور ٹال مٹول سے کام لینے والے ہو“، حضرت عمرؓ وہاں پر موجود تھے، انہوں نے کہا مجھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈر نہ ہوتا تو میں اس گستاخی کی وجہ سے اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: ”اے عمر! اسے جھڑکنے کے بجائے مناسب یہ تھا کہ تم مجھے ادائے قرض اور وعدہ وفائی کا کہتے، اور اُسے حسن طلب اور نرمی سے تقاضا کرنے کی نصیحت کرتے، یہ کہہ کر آپ نے حضرت عمر کو ارشاد فرمایا کہ: اس کا قرض ادا کر دو اور اس پر سختی کرنے کے معاوضہ کے طور پر بیس صاع (یعنی تقریبا ساٹھ کلو) کھجوریں اسے زیادہ دو“!

اس طرزِ عمل، نرمی اور خوش خلقی، اور حسن ادا سے یہودی بہت متاثر ہوا، اور بالآخر وہ مسلمان ہو گیا۔

آزادیٔ اظہار کی یہ کیسی اعلیٰ مثال ہے کہ آزادی کے غلط استعمال کرنے والے کو نرمی سے نہ صرف اچھے انداز میں نصیحت فرمائی بلکہ اپنے اخلاق سے اس کا عملی نمونہ بھی پیش فرمادیا جس کا نیک نتیجہ بھی فورًا ظاہر ہو گیا۔

* اسلام آزادیٔ اظہار کا اس قدر قائل او رحامی ہے کہ ہر قسم کے جبر و اکراہ اور دھمکی اور دھونس کی نفی کرتے ہوئے مذہبی آزادی کے لئے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ: 257) اور وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف: 30) جیسے عظیم اصولوں کا اعلان کرتا ہے۔ یعنی دین کے معاملہ میں کوئی جبر و اکراہ جائز نہیں اور حق تو وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہو پس اب جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو انکار کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی رواداری اور آزادیٔ مذہب و ضمیر کی بے شمار روشن مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

دشمنِ اسلام عکرمہ کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ جنگی جرائم کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم جاری ہو چکا تھا۔ اس کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی معافی کی طالب ہوئی تو آپؐ نے بڑی شفقت فرماتے ہوئے اسے معاف فرمادیا۔ عکرمہ کی بیوی اسے لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو عکرمہ نے پوچھا: کیا آپ نے واقعی مجھے معاف کر دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واقعی میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔

عکرمہ نے پھر پوچھا کہ اپنے دین پر رہتے ہوئے؟ یعنی میں مسلمان نہیں ہوا۔ اس شرک کی حالت میں مجھے آپ نے معاف کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ: ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق اور احسان کا یہ معجزہ دیکھ کر عکرمہ مسلمان ہو گیا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد سوم صفحہ 109 مطبوعہ بیروت)

یہ واقعہ ذکر کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اسلام حسن اخلاق اور آزادیٔ ضمیر و مذہب کے اظہار کی اجازت سے پھیلا ہے۔ حسنِ خلق اور آزادیٔ مذہب کا یہ تیر ایک منٹ میں عکرمہ جیسے شخص کو گھائل کر گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں اور غلاموں تک کو یہ اجازت دی تھی کہ جو مذہب چاہو اختیار کرو۔

ثمامہ بن اُثال، بنو حنیفہ کا سربراہ تھا۔ یہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے رہا۔ پھر صحابہ کی ایک جماعت کو گھیر کر اس نے شہید کر دیا۔ جب یہ گرفتار ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپؐ نے اسے فرمایا کہ اے ثمامہ! تیرا کیا خیال ہے کہ تجھ سے کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس نے کہا اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپ ایک خون بہانے والے شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ انعام کریں تو ایک ایسے شخص پر انعام کریں گے جو احسان کی قدر دانی کرنے والا ہے۔

تین روز تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے رہے اور ثمامہ سے یہی سوال پوچھتے رہے اور ثمامہ بھی یہی جواب دیتا رہا۔ بالآخر تیسرے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثمامہ کو آزاد کر دو۔ اس پر وہ مسجد کے قریب کھجوروں کے باغ میں گیا اور غسل کیا اور مسجد میں داخل ہو کر کلمہ شہادت پڑھ کر کہنے لگا۔ اے محمد! بخدا مجھے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسند آپ کا چہرہ ہوا کرتا تھا اور اب یہ حالت ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب آپ کا چہرہ ہے۔ بخدا مجھے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ دین آپ کا دین ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب یہ حالت ہے کہ میرا محبوب ترین دین آپ کا لایا ہوا دین ہے۔ بخدا میں سب سے زیادہ ناپسند آپؐ کے شہر کو کرتا تھا۔ اور اب یہی شہر میرا محبوب ترین شہر ہے۔

(بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ۔ وحدیث ثمامہ بن اُثال 4372)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) ”قیدی ثمامہ سے یہ نہیں کہا کہ اب تم ہمارے قابو میں ہو تو مسلمان ہو جاؤ۔ تین دن تک ان کے ساتھ حسن سلوک ہوتا رہا اور پھر۔۔۔ آزاد کر دیا۔۔۔ ثمامہ بھی بصیرت رکھتے تھے اس آزادی کو حاصل کرتے ہی انہوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں جکڑے جانے کیلئے پیش کر دیا کہ اسی غلامی میں میری دین و دنیا کی بھلائی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 10/ مارچ 2006ء)

* اسلام تمام دنیا کو اپنے بارہ میں تنقید کی مکمل آزادی فراہم کرتا ہے بلکہ تنقید کے آخری درجہ کی آزادی کے ساتھ قرآن اور اسلام کھڑا ہے۔لیکن ناجائزاور ناروا تنقید کے برعکس وہ عقل وشعور اور حجت وبرہان کو استعمال کرنے پر ابھارتا اور ھاتوا برھانکم کی دعوتِ مبارزت دیتا ہے۔

یہود ونصاری نے جب یہ دعوی کیا کہ صرف وہی جنت میں داخل ہوں گے تو اسلام نے یہ نہیں کہا کہ تمہیں اس دعوی کے اعلان کی آزادی کا کوئی حق نہیں بلکہ بڑے باوقار طریقے سے انہیں کہا کہ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ گو ہر بات کہنے کی آزادی ہے لیکن اگر سچے ہو تو دلیل سے بات کرو۔

یوں اسلام نے تنقید کی مکمل آزادی تو دی لیکن تنقید کو اخلاقی حد میں رکھنے کا اصول فراہم کیا ہے کیونکہ حدود کے احترام سے شعور جنم لیتا ہے۔ جہاں صحت مند تنقید کی حد ختم ہوتی ہے، وہاں سے نا مطلوب تنقیص اور تضحیک شروع ہو جاتی ہے۔اس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ اسلام آزادیٔ اظہار کا حامی اور داعی ہے لیکن مطلَق یا بے قید و بے مہار آزادی کا قائل نہیں ہے۔ چنانچہ اسلام آزادیٔ اظہار کو احترام آدمیت،شرف انسانیت،عدل وانصاف،ادب واحترام اور امن وآشتی کے دائرے میں رکھنے کے لئے ایسی حدود وقیود اور قواعد وضوابط بیان کرتا ہے جو اس حق کی افادیت کو چار چاند لگا دیتے ہیں اوراس کی عظمت وخوبی کو بڑھانے والے اور اس کے حسن کو دوبالا کرنے والے ہیں۔

اس سلسلہ میں اسلام یہ جامع مانع ضابطہ پیش کرتا ہے کہ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرة:206)۔ اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔یعنی ہمیشہ یہ خیال رہے کہ آپ کی رائے قول وفعل یا تقریر وتحریر فساد فی الأرض کا باعث نہ ہو۔

اسی بات کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور پیرائے میں یوں بیان فرمایا ہے کہ: ’’لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ‘‘(سنن ابن ماجہ۔کتاب الأحکام) یعنی کسی کی آراء وتصرف اور قول وعمل سے اگر خود اس کی یا کسی دوسرے کی عزت مال نفس اور حقوق کا نقصان ہوتا ہو تو ایسی آزادی گناہ اور جرم بن جائے گی۔

* پھر اسلام ایک اور ضابطہ قائم کرتے ہوئے کہتا ہے کہ سنی سنائی باتیں اور ملکی سلامتی سے متعلقہ امور کو بغیر تحقیق کے پھیلانا بھی آزادی اظہار میں نہیں آتا۔

اسلام ایسے اعمال کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ(النساء :84)

یعنی آزادیٔ اظہار کے نام پر مختلف خطرات اور خوف سے متعلقہ امور اور ملکی امن سے وابستہ خبروں کو پھیلانے کے بارہ میں احتیاط نہ کی جائے تو بے چینی پھیلے گی اور ملکی سلامتی اور معاشرتی امن برباد ہو جائے گا۔ایسے امور کو متعلقہ حکام سے تسلی کئے بغیر پھیلانے سے گریز کرنا چاہئے۔

اس بات کی ایک اور طریقے سے وضاحت کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

(صحیح مسلم،کتاب المقدمة).

یعنی کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے آگے بیان کرتا پھرے۔

* اسلام کہتا ہے کہ آزادیٔ اظہار کے نام پر بے بنیاد پروپیگنڈا کا حصہ نہ بنو

فرمان باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ

(الإسراء:٣٧)

’’اور جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ لگو۔‘‘یعنی اگر کوئی آزادیٔ اظہار کے نام پر ایسی باتیں پھیلا رہا ہو جن کی صحت کے بارہ میں تم لاعلم ہو تو تم اس پروپیگنڈہ کا حصہ نہ بنو۔

آج اس امر کی پابندی کی اشد ضرورت ہے۔آج کوئی شخص کہیں سے کوئی خبر اڑاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹرینڈ بن جاتی ہے۔اب اگر وہ خبر درست نہ ہو تو اسکے نتیجہ میں ناقابل تلافی نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسلام آزادیٔ اظہار کے نام پر اس قسم کے پروپیگنڈہ کا حصہ بننے سے بشدت منع کرتا ہے۔

* پھر اظہار رائے کے بارہ میں اسلام ایک اورضابطہ یہ قائم کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ

(الاعراف:٣٤)

یعنی آزادیٔ اظہارِ رائے میں یہ خیال رہے کہ آپ کا کلام فواحش سے پاک ہونا چاہئے۔ آپ کی رائے اور آپ کا کلام گناہ کو دعوت دینے والا نہ ہو۔آپ کی رائے لوگوں کو بغاوت اور سرکشی پر اکسانے والی نہ ہو۔ یہ سب باتیں فساد کا موجب ہیں۔ اس لئے اسلام نے ان سے منع فرمایا ہے۔

* پھر اسلام اظہار رائے کے ضمن میں: وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ (الھمزة :2) کہہ کر ہر قسم کی غیبت اور عیب چینی سے منع کرتا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

’’ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيءِ ‘‘

یعنی ’’مومن نہ تو طعن کرنے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا۔ نہ فحش گوئی کرنے والا ہوتا ہے اور نہ بد زبان‘‘

چنانچہ اسلام آزادیٔ اظہار کی آڑ میں کسی کی بری تشہیر، طعنہ زنی فحش گوئی اور بہتان تراشی کی اجازت نہیں دیتا۔

* اسلام یہ بھی کہتا ہے کہ آزادیٔ اظہار رائے کا یہ معنی نہیں کہ کسی کی تحقیر کی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ (الحجرات :12)

نہ کوئی مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں۔نہ ایک دوسرے پر عیب لگائیں۔ نہ دوسروں کو برے ناموں اور بے ہودہ القاب سے پکاریں۔

آزادیٔ اظہار کے نام پر لوگوں کی تحقیر کرنا ان سے تمسخر اور استہزاء کا سلوک کرنا ان کی بُری تصویریں بنانا اور بے ہودہ وتوہین آمیز خاکے بنا کر ان کے بُرے نام رکھنا سب منع ہیں کیونکہ یہ روش یقیناً معاشرے میں منافرت۔ بے چینی اور بدامنی کا سبب بنے گی۔

* پھر اسلام کہتا ہے کہ آزادیٔ اظہار کی آڑ میں کسی انسان کی عزت نفس کو مجروح نہ کیا جائے۔اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (الإسراء 71) یعنی ہم نے سب بنی آدم کا عزت نفس اور شرف انسانیت قائم کیا ہے جو ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ : ’’یا أیّھا الناس إنّ دماءکم وأموالکم وأعراضکم علیکم حرام...‘‘ یعنی اے لوگو! تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر حرام ہے۔

اسلام نے دیگر مذاہب اور اقوام کے جذبات کا خیال رکھنے کی خاص ہدایت فرمائی ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ مدینہ کی ریاست میں ایک مسلمان اور یہودی کا جھگڑا ہو گیا۔مسلمان کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں اور یہودی کہتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ فضیلت حاصل ہے۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو تھپڑ مار دیا۔ یہودی شکایت لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھگڑے کی تفصیل سننے کے بعد فرمایا: لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔

(بخاری کتاب الخصومات باب ما یذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیھود حدیث نمبر ٢٤١١)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز یہ حدیث پیش فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

یہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معیارِ آزادیٔ مذہب اور ضمیر، کہ اپنی حکومت ہے۔۔لیکن اس حکومت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ دوسری رعایا کے دوسرے لوگوں کے، جذبات کا خیال نہ رکھا جائے۔قرآن کریم کی اس گواہی کے باوجود کہ آپؐ تمام رسولوں سے افضل ہیں، آپؐ نے یہ گوارا نہ کیا کہ انبیاء کے مقابلہ کی وجہ سے فضا کو مکدر کیا جائے۔ آپؐ نے اس یہودی کی بات سن کر مسلمان کی ہی سرزنش کی کہ تم لوگ اپنی لڑائیوں میں انبیاء کو نہ لایا کرو۔ ٹھیک ہے تمہارے نزدیک میں تمام رسولوں سے افضل ہوں۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کی گواہی دے رہا ہے۔لیکن ہماری حکومت میں ایک شخص کی دلآزاری اس لئے نہیں ہونی چاہئے کہ اس کے نبی کو کسی نے کچھ کہا ہے۔اس کی میں

اجازت نہیں دے سکتا۔ میرا احترام کرنے کیلئے تمہیں دوسرے انبیاء کا بھی احترام کرنا ہوگا۔

فرمایا:۔۔۔یہ تھے آپؐ کے انصاف اور آزادیٔ اظہار کے معیار جو اپنوں غیروں سب کا خیال رکھنے کیلئے آپ نے قائم فرمائے تھے۔ بلکہ بعض اوقات غیروں کے جذبات کا زیادہ خیال رکھا جاتا تھا۔

(خطبہ جمعہ 10؍ مارچ 2006ء)

*اسلام دیگر ادیان کی توہین اور ان کی مقدسات کو گالی دینے کو آزادیٔ اظہار کے خلاف سمجھتا ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ یہ درست ہے کہ تم اظہار رائے میں آزاد ہو اور یہ بھی درست ہے کہ خدا کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ جھوٹے خدا ہے پھر بھی انہیں برا بھلا نہ کہو اور دیگر مذاہب واقوام کے جذبات کا خیال رکھو۔

ایک روایت میں آتا ہے فتح خیبر کے دوران تورات کے بعض نسخے مسلمانوں کو ملے۔ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہماری کتابِ مقدس ہمیں واپس کی جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہودی کی مذہبی کتابیں ان کو واپس کر دو۔

(السیرۃ الحلبیۃ باب ذکر مغازیہ، ذکر غزوہ خیبر جلد 3 صفحہ 49) (از خطبہ جمعہ 10؍ مارچ 2006ء)

ذرا غور کریں کہ جنگ کے حالات ہیں۔ یہودی قلعہ بند ہیں اور مسلمانوں نے انکا محاصرہ کیا ہوا ہے ایسے حالات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ برداشت نہیں فرمایا کہ دشمن سے بھی ایسا سلوک کیا جائے جس سے اس کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

اسلام کی اس اعلیٰ اور حسین تعلیم کے برعکس آج کے زمانے میں اظہار کی آزادی کی آڑ میں ذرائع ابلاغ کے سرکش گھوڑے کو ایسا بے لگام چھوڑ دیا گیا ہے کہ اس نے ایمانیات کے ساتھ انسانوں کی اخلاقیات کو بھی پیروں تلے روند کر رکھ دیا۔ یہ جرأت اس انتہا کو پہنچ گئی کہ مقدس مقامات، شخصیات اور انبیاء کرام بھی اس سے محفوظ نہیں رہ سکے۔

آزادیٔ اظہار کے نام پر اہانت آمیز کارروائیوں کی یہ لہر آج کی نہیں بلکہ کبھی یہ کوشش ''اندرونہ بائیبل'' اور ''امہات المؤمنین'' جیسی کتابوں کی صورت میں سامنے آئی تو کبھی ''رنگیلا رسول'' جیسی توہین آمیز تالیف کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ کبھی ''شیطانی آیات'' کی شکل میں تو کبھی کارٹونوں اور بری فلموں کے ذریعہ اس مکروہ ترین فعل کا ارتکاب کیا گیا۔ اور ہر بار ربانی جماعت احمدیہ اور خلفائے کرام نے ان فتنوں کا اسلامی تعلیم کی روشنی میں سب سے مؤثر اور بھرپور جواب دیا۔

گزشتہ سالوں میں جب یہ توہین آمیز روش ظاہر ہوئی تو جس ایک شخص نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا مدلل، جامع اور نہایت خوبصورت جواب دیا وہ امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہیں۔

آپ نے جہاں احمدیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اعلیٰ نمونے اپنانے اور انہیں دنیا کے سامنے پیش کرنے کی نصیحت فرمائی وہاں بعض مسلمانوں کے غلط ردّ عمل کو اسلامی تعلیمات سے جوڑنے کی بھی نفی فرمائی۔

آپ نے ایک طرف افراد جماعت کو نصیحت کی کہ اپنے اپنے علاقے اور ملک کے سیاستدانوں اور اربابِ حل وعقد کو ایسی توہین آمیز حرکات کے خطرات سے آگاہ کریں

تو دوسری طرف آپ نے خود اپنے خطبات میں ان امور پر مفصل روشنی ڈالی۔

ایک طرف آپ نے اسلامی حکومتوں کو مخاطب کر کے بعض اقدامات کرنے کی طرف توجہ دلائی

تو دوسری طرف مغربی حکومتوں اور اقوام متحدہ کو بھی ایسے قوانین کی تبدیلی کے بارہ میں غور کرنے کی دعوت دی۔

حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ایک خطبہ جمعہ میں آیت کریمہ: لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام:109) پیش کر کے فرمایا:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوسروں کے بتوں کو بھی بُرا نہ کہو کہ اس سے معاشرے کا امن برباد ہوتا ہے۔ تم بتوں کو بُرا کہو گے تو وہ نہ جانتے ہوئے تمہارے سب طاقتوں والے خدا کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کریں گے جس سے تمہارے دلوں میں رنج پیدا ہوگا۔ دلوں کی کدورتیں بڑھیں گی۔ لڑائیاں اور جھگڑے ہوں گے۔ ملک میں فساد برپا ہوگا۔ پس یہ خوبصورت تعلیم ہے جو اسلام کا خدا دیتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 21؍ ستمبر 2012ء)

پھر حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مسلمان حکومتوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کیوں دنیا کے سامنے یہ پیش نہیں کرتے کہ مذہبی جذبات سے کھیلنا اور انبیاء اللہ کی بے حرمتی کرنا یا اُس کی کوشش کرنا یہ بھی جرم ہے اور بہت بڑا جرم اور گناہ ہے۔ اور دنیا کے امن کے لئے ضروری ہے کہ اس کو بھی یو این او کے امن چارٹر کا حصہ بنایا جائے کہ کوئی ممبر ملک اپنے کسی شہری کو اجازت نہیں دے گا کہ دوسروں کے مذہبی جذبات سے کھیلا جائے۔ آزادیٔ خیال کے نام پر دنیا کا امن برباد کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(خطبہ جمعہ 21؍ ستمبر 2012ء)

حضور انور نے مغرب کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

''کسی بھی مذہب کی مقدس ہستیوں کے بارہ میں، کسی بھی قسم کا نازیبا اظہار خیال، کسی بھی طرح کی آزادی کے زمرے میں نہیں آتا۔ تم جو جمہوریت اور آزادیٔ ضمیر کے چیمپین بن کر دوسروں کے جذبات سے کھیلتے ہو، یہ نہ ہی جمہوریت ہے، نہ ہی آزادیٔ ضمیر ہے۔ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے اور کچھ ضابطہ اخلاق ہوتے ہیں۔۔۔۔ آزادیٔ رائے کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے کے جذبات سے کھیلا جائے۔ اس کو تکلیف پہنچائی جائے۔ اگر یہی آزادی ہے جس پر مغرب کو ناز ہے تو یہ آزادی ترقی کی طرف لے جانے والی نہیں ہے بلکہ تنزل کی طرف لے جانے والی آزادی ہے۔''

(خطبہ جمعہ 17 فروری 2006ء)

پھر حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مغرب اور یو این کو مخاطب کر کے فرمایا:

آزادی کے متعلق قانون کوئی آسمانی صحیفہ نہیں ہے۔۔۔ پس اپنے قانون کو ایسا مکمل نہ سمجھیں کہ اس میں کوئی ردّوبدل نہیں ہو سکتا۔۔۔ آزادیٔ اظہار کا قانون تو ہے لیکن نہ کسی ملک کے قانون میں، نہ یو این او (UNO) کے چارٹر میں یہ قانون ہے کہ کسی شخص کو یہ آزادی نہیں ہوگی کہ دوسرے کے مذہبی جذبات کو مجروح کرو۔ یہ کہیں نہیں لکھا کہ دوسرے مذہب کے بزرگوں کا استہزاء کرنے کی اجازت نہیں ہوگی کہ اس سے دنیا کا امن برباد ہوتا ہے۔ اس سے نفرتوں کے لاوے ابلتے ہیں۔ اس سے قوموں اور مذہبوں کے درمیان خلیج وسیع ہوتی چلی جاتی ہے۔

پس اگر قانونِ آزادی بنایا ہے تو ایک شخص کی آزادی کا قانون تو بیشک بنائیں لیکن دوسرے شخص کے جذبات سے کھیلنے کا قانون نہ بنائیں۔

(خطبہ جمعہ 21؍ ستمبر 2012ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسی توہین آمیز کوششوں کو روکنے اور امن وامان کو قائم رکھنے کی خاطر آج سے تقریباً 124 سال قبل اسلامی اصولوں اور قرآنی تعلیم کی روشنی میں ایک تجویز دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

یہ اصول نہایت صحیح اور نہایت مبارک اور باوجود اس کے صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا ہے کہ ہم ایسے تمام نبیوں کو سچے نبی قرار دیں جن کا مذہب جڑ پکڑ گیا اور عمر پا گیا اور کروڑہا لوگ اس مذہب میں آ گئے۔

یہ اصول نہایت نیک اصول ہے۔ اور اگر اس اصل کی تمام دنیا پابند ہو جائے تو ہزاروں فساد اور توہینِ مذہب جو مخالفِ امن عامہء خلائق ہیں اٹھ جائیں۔۔۔۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔۔۔۔ امن کو دنیا میں پھیلانے والا صرف یہی ایک اصول ہے جو ہمارا اصول ہے۔

(تحفۂ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 258 تا 262)

اسلام آزادیٔ اظہار کے متعلق کہتا ہے کہ شائستگی کے ساتھ لوگوں سے اچھی بات کرو۔ عدل اور سچ سے ہٹی ہوئی بات نہ کرو۔ ایسی بات نہ کرو جس سے فساد فی الارض اور بدامنی پھیلے۔ کسی کی بری تشہیر نہ کرو، طعن وتشنیع اور گالم گلوچ نہ کرو، کسی کی تحقیر نہ

بقیہ صفحہ 10 پر

آصف احمد ظفر بلوچ۔ برطانیہ

ایڈیٹر کے نام ایک خط، ایک تجزیہ اور ایک قابل قدر رائے

’’الفضل جس گھر میں آتا ہے تو یہ اللہ کا فضل ہے۔‘‘

میں آپ کا انتہائی ممنون ہوں کہ آپ نے میرا انتظار ختم کروا دیا۔ خاکسار کے مضمون کے بارے میں آپ کی پسندیدگی پر میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں نیز مضمون کی اشاعت بوجوہ نہ ہوسکی بوجھل دل کے ساتھ آپ کے فیصلے کا احترام ہے۔ اس مضمون کی تحریک کس طرح پیدا ہوئی۔ اس حوالے سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ الفضل کے مطالعہ کی عادت تو اللہ تعالی کے فضل سے بہت بچپن سے ہوگئی تھی۔ ایک دفعہ میرے چچا جان مکرم مبارک احمد ظفر مرحوم ہمارے گھر آئے ہوئے تھے۔ میں ان کے ساتھ بیٹھا تھا، الفضل اخبار ہاکر لا یا تو انہوں نے ایک فقرہ بولا کہ «الفضل» جس گھر میں آتا ہے تو یہ اللہ کا فضل ہے۔ ان کی بات آج تک مجھے یاد ہے۔ اب اگر خلافت خامسہ میں الفضل کے جدید دور کی بات کریں تو اپنے اس چہیتے اخبار کا انتظار اسی طرح ہوتا ہے جیسے بچھے ہوئے الفضل کا ہوا کرتا تھا۔ روزنامہ الفضل آن لائن، لندن وقت کے مطابق جب رات بارہ بجے اپلوڈ ہوتا ہے تو میں اسی وقت دیکھ لیتا ہوں۔ جب تک مکمل مطالعہ نہ کرلوں اطمینان نہیں ہوتا۔ ایک اور بات آپ کو بتاتا چلوں کہ الفضل کے ساتھ عشق و محبت میں اضافہ 2010ء میں اُس وقت ہوا جب میں نے الفضل اخبار کے تمام شمارے 18 جون 1913ء سے دیکھنے اور پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ اس حوالے سے میرا ایک نوٹ الفضل کے صد سالہ ایڈیشن میں بھی چھپ چکا ہے۔ میں اُن خوش نصیب لوگوں میں شامل ہوں جنہیں خدا تعالی کے فضل سے الفضل کے ایک صدی سے زائد شمارے مختلف لائبریریوں میں بیٹھ کر دیکھنے کا موقع میسر آیا۔ الحمد للہ۔ الفضل کے ان شماروں سے مجھے بہت کچھ حاصل ہوا۔ بہت سے خزائن سے پردہ اٹھا۔ خاکسار نے اپنے داداجان اور والد محترم کی کتابوں کو جب مرتب کیا تو ان شماروں کو دیکھنے کی وجہ سے بہت سی تاریخی معلومات کو نہ صرف درست کیا بلکہ ان میں اضافہ بھی کیا اور ان مفید معلومات کو کتاب کا حصہ بنایا۔ صحابہؓ والا مضمون جو آپ کو بھجوایا ہے جس کے بارہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ بہت محنت ہوئی ہے تو یہ سب ان شماروں کو دیکھنے اور ان کے مطالعہ کی عرق ریزی کی وجہ سے ہی ممکن ہوا۔ جس وقت میں الفضل کے شمارے دیکھ رہا تھا اُس وقت تو مجھے قطعاً اندازہ نہیں تھا کہ یہ شمارے مجھے کہاں اور کیسے فائدہ دیں گے۔ میرے پاس تین ایسے رجسٹر محفوظ ہیں جن میں، میں نے الفضل کے ایک صدی سے زائد مختلف اہم شماروں کی فوٹو کاپیز کو یکجا کیا ہوا ہے جن میں براہ راست ہمارے بہت سے بزرگوں کا تذکرہ ہے اور ہماری بستی کے اصحاب کا ذکر ہے۔ یہ سب ریکارڈ اب بھی خاکسار کے پاس موجود ہے جو مجھے کسی بھی چیز سے زیادہ عزیز تر ہے۔ ان اصحاب کے حالات اخبار الفضل میں گاہے بگاہے شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان کے سوانح میں بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو جماعتی لٹریچر میں ایک بار پھر قابل اضافہ تھیں۔ میری بڑے لمبے عرصے سے یہ خواہش رہی ہے کہ ان بزرگ صحابہؓ کے حالات جو تاریخ احمدیت کی امانت ہیں، ان میں مزید اضافہ کیا جائے اور یہ از سر نو مکمل ہونے والا قیمتی خزانہ الفضلکے ذریعے محفوظ کیا جائے۔ اس لئے الفضل کے پُرانے شماروں سے جو کچھ مجھے حاصل ہوا اس میں، میں نے اضافہ کرکے آپ کی خدمت میں بغرض اشاعت بجھوا دیا۔ اب آپ کے پاس ان بزرگ ہستیوں کے حالات اور اخلاق حسنہ پر مشتمل سیرت کے نادر نمونے میں نے محفوظ کروا دیئے ہیں۔ آپ جب مناسب سمجھیں تو شائع کر دیں۔ میں سمجھوں گا مجھے میری محنت کا انعام مل گیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نوٹ از ایڈیٹر:

آپ کی خوبصورت اور چشم کشا تحریر سے الفضل کے لیے آپ کی لگن اور محبت وعشق عیاں ہے۔ خاکسار جانتا ہے کہ آپ ایک علم و ادب سے محبت کرنے والی فیملی کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کے بزرگوں نے خلفاء احمدیت کے بہت قریب رہ کر خدمت و اطاعت کی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ الفضل، جماعت اور خلیفۃ المسیح کے ساتھ آپ اور آپ کی آئندہ نسلوں کی محبت کو بڑھاتا رہے۔ آمین

ان تاریخی رجسٹرز کو محفوظ رکھیں اور اپنے بچوں کو پڑھنے کی تلقین کرتے رہیں کیونکہ آپ کی طرف سے ان کے لئے یہی قیمتی میراث ہے۔ اسی قسم کے ذخیرہ کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

’’آج لوگوں کے نزدیک الفضل کوئی قیمتی چیز نہیں مگر وہ دن آرہے ہیں اور وہ زمانہ آنے والا ہے جب الفضل کی ایک جلد کی قیمت کئی ہزار روپیہ ہوگی لیکن کوتاہ بین نگاہوں سے یہ بات ابھی پوشیدہ ہے‘‘ (الفضل 28مارچ 1946ء)

قارئین الفضل کی طرف سے الفضل کے ساتھ جس اُلفت و محبت کا اظہار آئے روز خطوط میں پڑھنے کو ملتا ہے وہ قابل ستائش اور قابل رشک ہے۔ دنیا بھر سے بہت سے قاری الفضل کے لانچ ہونے کے وقت سب کام کاج چھوڑ کر اپنے لیپ ٹاپ اور الیکٹرانک ڈیوائسز کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں تاکہ تازہ شمارے سے استفادہ میں تاخیر نہ ہوجائے۔ بالخصوص برطانیہ اور یورپ میں رات بارہ بجے تک تازہ شمارے کے لئے جاگنا اور اس سے استفادہ کرنا قابل داد ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام قارئین کے ساتھ ہو اور تمام کے نفوس و اموال میں برکت ڈالے اور الفضل سے استفادہ کی استطاعت اور شوق کو بڑھاتا چلا جائے آمین۔ کان اللہ معکم حیث ما کنتم۔

اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مبارک دور میں الفضل کو زمینی حدود سے نکال کر آسمان کی بلندیوں اور وسعتوں تک لے گیا ہے اور یوں مخالفین کی دست برد سے اخبار محفوظ ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ روزنامہ الفضل آن لائن لندن کو اپنا ایک سوآٹھ سالہ تشخص برقرار رکھتے ہوئے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقیات سے نوازتا چلا جائے۔ آمین

(ابو سعید)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اعلان نکاح

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 21/اگست 2021ء بعد نماز عصر، مسجد مبارک اسلام آباد، یوکے میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرما کر ان کے بابرکت ہونے کے لیے دعا کروائی۔

*عزیزہ صادقہ کوکب تارتتسر بنت مکرم ولید طارق تارتتسر صاحب (امیر جماعت سویٹزرلینڈ)
ہمراہ عزیزم رانا شیراز احمد (مربی سلسلہ۔جرمنی)ابن مکرم رانا عبدالجبار صاحب (جرمنی)

*عزیزہ ماریہ عودہ(واقفۂ نو)بنت مکرم عبدالقادر عودہ صاحب (واقفِ زندگی۔کینیڈا)
ہمراہ عزیزم حسّان احمد (فارغ التحصیل جامعہ احمدیہ یوکے)ابن مکرم مبارک احمد ظفر صاحب(ایڈیشنل وکیل المال یوکے)

*عزیزہ صائمہ احمد (واقفۂ نو) بنت مکرم وسیم احمد سروعہ صاحب (مبلغ سلسلہ۔مقدونیہ)
ہمراہ عزیزم عمار احمد ابن مکرم امتیاز احمد صاحب (جرمنی)

*عزیزہ فریحہ صدف بنت مکرم نسیم احمد صاحب
ہمراہ عزیزم مستجاب احمد (مربی سلسلہ)ابن مکرم عبدالحق صاحب

*عزیزہ عالیہ علی بنت مکرم علی احمد صاحب
ہمراہ عزیزم فاتح احمد مجیب ابن مکرم عبدالماجد خان صاحب

*عزیزہ انعم خان بنت مکرم ناصر محمود خان صاحب (جرمنی)
ہمراہ عزیزم وجیہ رانا(واقفِ نو)ابن مکرم زکاء رانا صاحب (جرمنی)

*عزیزہ الماس محمود بنت مکرم ساجد محمود صاحب (فارنبرا۔یوکے)
ہمراہ عزیزم مرزا مباہل ماجد (واقفِ نو۔رومانیہ)ابن مکرم مرزا عبدالماجد صاحب (جرمنی)

*عزیزہ انعم عامر احمد بنت مکرم عامر داؤد احمد صاحب (بلیک برن۔ یوکے)
ہمراہ عزیزم ارسلان عرفان احمد ابن مکرم عرفان داؤد احمد صاحب (لندن۔ یوکے)

اللہ تعالیٰ ان نکاحوں کو تمام فریق کے مبارک کرے۔ ادارہ الفضل کی طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔

☆...☆...☆

بقیہ: اسلام میں آزادئ اظہار کی حدود وقیود...... از صفحہ 08

کرو اور تمسخر واستہزاء نہ کرو۔

*اسلام کہتا ہے کہ آزادئ اظہار رائے کی آڑ میں کسی عام سے عام انسان کی بھی عزت نفس کو مجروح نہ کرو۔

*اسلام کہتا ہے کہ دیگر ادیان اور دوسروں کی مقدسات اور محترم شخصیات کی توہین آزادئ اظہار کے خلاف ہے۔

یقیناً آزادئ اظہار کے بارہ میں اسلام کی پیش کردہ تعلیم نہایت کامل او رہرسقم سے پاک اور ہر خیر کی جامع ہے۔ اوریقیناً اسلام کی بیان کردہ حدود وقیود آزادئ اظہار کی خوبی کو نکھارنے والی اور اسکے حسن کو دوبالا کرنے والی ہیں۔اور آج یا کل، جلدی یا بدیر، اقوام عالم کو ان حدودو قیود کو اپنانا پڑے گا اور ان اصولوں کو لاگو کرنا پڑے گا کیونکہ دنیا کو ترقی کی طرف لے جانے والی حقیقی آزادی یہی آزادی ہے جو اسلام نے بیان کی ہے .اور دنیا میں امن پھیلانے والے کامیاب اصول یہی اصول ہیں جو اسلام نے پیش کئے ہیں۔

☆...☆...☆

چھوٹی مگر سبق آموز بات

ھل جزاء الاحسان الا الاحسان
(القرآن)

اگر آپ کو کوئی تحفہ دے تو تم اس سے بہتر تحفہ دو کچھ بڑھا کر۔ اگر نہیں تو کم از کم اتنا ہی دو جتنا اس نے تمہیں دیا ہے۔ ایسا کرنے سے آپس میں خلوص اور محبت کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔

محمد عمر تماپوری۔ انڈیا

طلوع وغروب آفتاب

28 اگست 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:44	18:40
مدینہ منورہ	04:41	18:44
قادیان	04:36	18:57
ربوہ	04:16	18:37
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:40	19:57